خطابِ جمعہ

سلسلہ نمبر 4

بعنوان

نکاح کا اسلامی تصور اور جہیز کی ظالمانہ رسم

منجانب

آسان اور مسنون نکاح مہم

اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے

نکاح کا اسلامی تصور اور جہیز کی ظالمانہ رسم

گجرات کے احمد آباد کی رہنے والی عائشہ عارف خان کی سسرال والوں کے برے سلوک اور جہیز کے مطالبہ سے تنگ آ کر سابرمتی ندی میں کود کر خودکشی کر لینے کے واقعہ پر سماج کے ہر طبقہ سے رنج اور افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے، وہیں دوسری طرف سماج سے جہیز جیسی برائی کے خاتمہ کی بحث بھی تیز ہوئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب بھی عملاً لوگ اس کی پابندی نہیں کرتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ائمہ مساجد اور خطباء منبر ومحراب سے لوگوں کو اس طرف متوجہ کریں، اور اس بات پر زور دیں کہ ہر انسان اپنے گھر سے جہیز کی لعنت ختم کرنے کی شروعات کرے اور یہ عزم کرے کہ نہ اپنی یا اپنے بچوں کی شادی میں جہیز لینا ہے اور نہ بچی کی شادی میں جہیز دینا ہے، پورے معاشرہ سے جہیز کی بیماری ختم ہونی چاہئے تا کہ اس طرح لڑکیوں کو انتہائی اقدام کرنے کی نوبت نہ آئے اور معاشرے کے اندر کوئی نامناسب صورت حال پیش نہ آئے اور یہ برائی جڑ سے ختم ہو سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سوشل میڈیا ڈیسک کی جانب سے یہ تحریر خطبہ جمعہ کے طور پر ارسال کی جا رہی ہے۔ ائمہ کرام اور خطباء سے گزارش ہے کہ اس تحریر کو اپنے خطاب کا حصہ بنائیں۔

اَلْحَمْدُللہ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ! قال للہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقانِ الحمید اعوذ باللہِ من الشیطان الرجیم ،بسم اللہ الرَّحمن الرحیم وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ (الاعراف:۱۵۷) صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْم

پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اس دنیا میں بعثت کا مقصد جہاں مخلوق کو اس کے خالق سے جوڑنا تھا، وہیں یہ بھی تھا کہ انسان نے اپنے آپ پر خودساختہ رسم و رواج کا جو بوجھ رکھ لیا ہے، اس کو اس سے آزاد کیا جائے: چنانچہ اسلام سے پہلے لوگوں نے بہ طور خود جو مشکل قوانین اپنے آپ پر مسلط کر لئے تھے، قرآن نے ان کو دور فرمایا، اور ایسے احکام دیئے جو انسانی مصلحت سے ہم آہنگ بھی ہیں اور ان کے لئے قابل برداشت بھی، اسی لئے قرآن نے بہ طور اُصول یہ بات کہہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی قوت اور گنجائش کے لحاظ سے ہی احکام کا مکلف بناتے ہیں: ''لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' (البقرۃ:۲۸۶) نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ اپنے بندوں کو حرج اور تنگی میں مبتلا کرے؛ بلکہ وہ تو سہولت و آسانی اور کشائش و فراخی چاہتا ہے: ''یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ''۔(البقرۃ:۱۸۵)

جیسے اللہ تعالیٰ نے عبادات کو آسان رکھا ہے، اور اللہ کی بندگی کے سیدھے سادھے بے خرچ کے اور کم خرچ کے طریقے رکھے ہیں، معاملات کو اللہ نے اس سے بھی زیادہ آسان رکھا ہے اور جیسے اللہ نے اپنے تکوینی نظام میں ایسی چیزوں کو جو مخلوق کے لئے ناگزیر ہیں، وافر مقدار میں رکھا ہے اور بے قیمت و محنت فراہم کی ہیں، جیسے پانی اور ہوا، اسی طرح نظامِ شریعت میں بھی انسانی زندگی کی فطری ضروریات کو آسان رکھا گیا ہے، ان ہی ضروریات میں ایک نکاح ہے، نکاح انسان کی فطری ضرورت ہے، جس سے ایک طرف نسل انسانی کی افزائش متعلق ہے اور دوسری طرف اخلاق و کردار اور قلب و نگاہ کی حفاظت؛ اسی لئے اسلام میں نکاح کی بڑی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، آپ ﷺ نے نوجوانوں کو تلقین فرمائی کہ بہ شرطِ قدرت وہ جلد نکاح کر لیا کریں، لڑکیوں کے اولیاء سے فرمایا کہ مناسب رشتے ہاتھ آجائیں تو شادی میں تاخیر نہ کی جائے، آپ ﷺ نے نکاح کو اپنی اور انبیاء سابقین کی سنت قرار دیا، اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا۔

نکاح کو آسان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حلال کو آسان کیا جائے تو حرام سے بچنا بھی آسان ہوگا اور اگر حلال کو دشوار کر دیا جائے تو حرام سے بچنا بھی دشوار ہوگا؛ چنانچہ جن ممالک میں نکاح کی شرح کم ہے اور تجرد کی زندگی گذارنے والوں کا اوسط زیادہ ہے، وہاں زنا اور فواحش کی کثرت ہے، وقتی سکون حاصل کرنے کے لئے منشیات کا استعمال عام ہے، خاندانی نظام بکھر چکا ہے اور برائیاں ایک سیلابِ بلا بن کر سماج کے رگ و ریشہ میں سما گئی ہیں، اس لئے کوئی بھی ایسی بات جو نکاح کا راستہ روکنے والی ہو اور لڑکوں یا لڑکیوں کو تجرد کی زندگی پر مجبور کرتی ہو سماج کے لئے سمِ قاتل ہے۔

آج جو چیزیں شادی بیاہ کے معاملہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں، ان میں سرفہرست جہیز اور گھوڑے جوڑے کا مسئلہ ہے، اس رواج نے سماج کو ناقابل تلافی

نقصان پہنچایا ہے، اس کا سب سے شرمناک پہلو محض جہیز کے لئے شادی شدہ عورتوں کو جلانے اور ہلاک کرنے کے واقعات ہیں۔ دی انڈین ایکسپریس کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۵ء تک انڈیا میں ۲۴۷۷۱/ اموات محض جہیز نہ ملنے یا کم ملنے کی وجہ سے ہوئی ہیں، نیشنل کرائم بیرو کے مطابق ساڑھے تین لاکھ مقدمات کورٹوں میں درج ہوئے ہیں، جن میں عورتوں نے جہیز کی وجہ سے ہراسانی اور ظلم وستم کئے جانے کی شکایتیں کی ہیں۔ مسز منیکا گاندھی وزیر برائے فلاح و بہود خواتین واطفال نے اپنے وزارت کے زمانے میں لوک سبھا میں اس کو حقیقت کو قبول کیا تھا کہ پچیس ہزار خواتین جہیز کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتاری جا چکی ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ تعداد گھٹنے کے بجائے مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ جہیز کی اس قبیح رسم کی وجہ سے بہت سارے لوگوں نے پیٹ میں موجود معصوم کلی کو ضائع کرنا اور دنیا میں آنے سے قبل ہی اس کو نیند کے آغوش میں سلا دئے جانے کا سنگین جرم کرنا شروع کر دیا ہے۔ نتیجہ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی شرح پیدائش کم ہوگئی ہے۔

حالاں کہ خدائی اور ملکی قانون دونوں کے اعتبار سے جہیز کا مطالبہ کرنا خواہ اشارہ سے ہو یا کنائی الفاظ سے ہو، غیر قانونی ناجائز اور حرام ہے۔ جہیز کے خوفناک اثرات سے بچنے کے لیے سب سے پہلے ۱۹۵۰ء میں صوبہ بہار میں جہیز کے خلاف قانون بنایا گیا، پھر آٹھ سال کے بعد ۱۹۵۸ء میں آندھرا پریش نے قانون بنایا، پھر دیگر صوبوں نے پیش قدمی کی اور جہیز کے مطالبہ کے خلاف سخت سے سخت قوانین وضع کئے گئے، پارلیمنٹ میں ۱۹۶۱ء میں جہیز مخالف قانون بنایا گیا، اس قانون کی رو سے جہیز غیر قانونی اور لائق سزا جرم قرار دیا گیا، اس قانون میں ترمیم ہوتی رہی، آخری ترمیم کے مطابق شادی کے موقعہ پر دولہا یا اس کے گھر والے کسی بھی طرح سے اشارۃ کنایۃ یا صراحتہ لڑکی یا اس کے گھر والوں سے جہیز کی ڈمانڈ نہیں کر سکتے ہیں، اگر کسی نے کیا ہے تو اسے سات سال یا عمر قید کی سزا سنائی جا سکتی ہے۔

واضح رہے کہ تحفہ اور جہیز میں یہ فرق ہے کہ تحفہ کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے اور نہ اس کی امید رہتی ہے، نیز کسی بھی تحفہ کا تعلق رسم ورواج سے نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی تحفہ سماجی دباؤ میں آ کر دیا جاتا ہے، اس کے برخلاف جہیز کا مطالبہ ہوتا ہے، یا اس کی امید ہوتی ہے، یا رسم ورواج کے مطابق سماجی دباؤ کے تحت دیا جاتا ہے۔ اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے والدین کس مشقت اور تکلیف سے گذرتے ہیں، یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔ میر تقی میر مشہور شاعر گزرے ہیں، انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور مقدور بھر جہیز دیا اس میں وہ بہت زیادہ زیر بار ہو گئے اور بڑے قرض کا بوجھ ان پر آ گیا۔ لڑکی کو جب معلوم ہوا تو وہ صدمہ سے نڈھال ہوگئی اور شادی کے کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ میر تقی میرؔ کو معلوم ہوا دوڑے دوڑے آئے دیکھا ان کی نور نظر بچی کی لاش رکھی ہوئی ہے اس موقع پر بڑا پر درد شعر انہوں نے کہا:

اب آیا ہے خیال اے آرام جاں اس نامرادی میں
کفن دینا تجھے بھولے تھے ہم اسباب شادی میں

مورخین نے لکھا ہے کہ اس کے بعد میر تقی میرؔ بہت اداس رہنے لگے اور کچھ ہی دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ اس طرح کے واقعات کے لئے ایک اہم محرک یہی جہیز اور گھوڑے جوڑے کی بلا ہے، اسلامی نقطۂ نظر اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے، اسلام نے نکاح میں تمام مالی ذمہ داریاں مردوں پر رکھی ہیں، مہر اس کے ذمہ ہے، ولیمہ اسے کرنا ہے، بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہے، بچوں کی پرورش کا بوجھ اسے برداشت کرنا ہے، خود کمانا ہے اور پورے گھر کی ضروریات پوری کرنا ہے، اسی باعث تو اللہ تعالیٰ نے مرد کو ''قوام'' یعنی سربراہِ خاندان بنایا ہے، اس لئے مرد کا عورت سے نکاح کے موقع پر یا نکاح کے بعد کچھ لینا درحقیقت ننگ وعار کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود ایک سے زیادہ نکاح فرمائے، اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کیا اور آپ کے جاں نثار رفقاء کے بہت سے نکاح آپ کے سامنے ہوئے؛ لیکن نہ جہیز اور نہ مردوں کی طرف سے کوئی مطالبہ، حضرت خدیجہؓ کا حضرت زینبؓ کو سونے کا ہار دینے کا ذکر ملتا ہے؛ لیکن ایک تو یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے، دوسرے اس کی صراحت نہیں کہ نکاح کے وقت ہی ہار دیا ہو، رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے کچھ گھریلو اشیاء بستر، تکئے، مشکیزہ وغیرہ بنوائے؛ لیکن حدیث وسیرت کی کتابوں میں یہ صراحت موجود ہے، کہ یہ سب کچھ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ فروخت کر کے اسی سے مہیا کیا گیا تھا، (دیکھئے: شرح مواہب: ۲/ ۴-۳) مشہور ہے کہ اردو زبان میں سیرت کی پہلی کتاب مفتی عنایت احمد کاکوری کی ''تواریخ حبیب اللہ'' ہے، انھوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے زرہ کی قیمت میں سے کچھ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیا کہ خوشبو خرید کر لائیں اور باقی حضرت اُم سلمہؓ کو کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے گھر کی ضروریات خرید کی جائیں، (تواریخ حبیب اللہ: ۴۴) فقہاء کے یہاں قریب قریب صراحت ملتی ہے کہ نکاح کے موقع پر عورت سے کوئی مال حاصل کرنا ''رشوت'' کے حکم میں ہے اور رشوت کا گناہ اور حکم ظاہر ہے کہ اس کا لینا بھی حرام ہے اور ضرورت شدیدہ کے بغیر اس کا دینا بھی اور لے لیا ہو تو واپس کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے، تو کس قدر محرومی کی بات ہے کہ ایک سنت نبوی کو انجام دیتے ہوئے انسان اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا طوق بھی اپنے گلے میں ڈال لے۔

حقیقت یہ ہے کہ جہیز اور گھوڑے جوڑے کا مسئلہ نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے بھی نہایت سنگین مسئلہ ہے، اور سنگین تر بنتا جا رہا ہے، کم سے کم مسلمانوں کو دین عدل اور شریعت عادلہ کے حامل ہونے کی حیثیت سے اس کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھنا چاہئے، اور سماج کو اس سے نجات دلانے کی کوشش کرنی چاہئے، نہ یہ کہ وہ خود ظلم وجور کے اس سمندر میں کود پڑیں اور دوسری قوموں کی اس ظالمانہ رسم کو اپنے سماج میں لے آئیں، جیسے ایک زمانہ میں بعض بزرگوں نے نکاح بیوگان کی تحریک چلائی تھی؛ کیوں کہ مسلمان دوسرے سماج سے متاثر ہو کر بیوہ عورتوں کے نکاح سے گریز کرنے لگے تھے، اسی طرح آج بھی ایک ایسی مہم کی ضرورت ہے، جو رسم جہیز کو مٹانے کے لئے برپا کی جائے اور نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ انسانی بنیادوں پر تمام اقوام میں اس پیغام کو لے کر پہنچا جائے۔

اس وقت ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ نکاح کے سلسلے میں بہت سی رسومات اور قیودات ہیں جن کو ہم مسلمانوں نے گلے کا طوق ہاتھ کی زنجیر اور پاؤں کی بیڑی بنالیا ہے۔ ہمیں یہ طے کر لینا چاہئے کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں صرف ان چیزوں پر اکتفا کریں جن کی تعلیم ہمیں شریعت نے دی ہے۔ ہمیں عملی اقدام کرتے ہوئے چند باتوں کو اپنے معاشرے میں نافذ کرنا ہوگا، تاکہ بیجا رسوم ورواج کا خاتمہ ہو سکے۔ اگر تین باتیں اپنالی جائیں تو بہت حد تک اصلاح کی توقع ہے۔

۱) نکاح مسجد میں کیا جائے۔

۲) لڑکی والوں کے یہاں دعوتِ طعام نہ رکھی جائے۔

۳) بارات ختم کردی جائے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نکاح مسجد ہی میں کیا جائے اسی بات کی لوگوں کو فہمائش کی جائے اسی کی ترغیب دی جائے۔ اس کی وجہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ **اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد** (ترمذی) نکاح کا اعلان کرو اس کی تشہیر کرو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور نکاح مسجد میں کرو۔ لہٰذا آپ کے اس حکم کی فرمانبرداری کرنا چاہئے۔ مجلس نکاح مسجد میں منعقد کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کی مودت ومحبت کے لئے جو دعا کی جاتی ہے، اس کی قبولیت کے لئے مسجد ہی زیادہ موزوں ہے۔ گھر کی ہنگامہ خیز فضا، طوفان محشر کا شور، ہنسی، مذاق کے فوارے، شربت پینے پلانے بلکہ پھینکنے کا ہنگامہ، سگریٹ کا کش لیتے ہوئے نوجوان، دھوئیں کے مرغولے، یہ فضا اس اہم دعا کے لئے جو زندگی کا ایک نازک موڑ لئے ہوئے ہے، مناسب نہیں بلکہ ان کی خانہ آبادی، خوش حالی دین وایمان کی سلامتی باہمی الفت ومحبت کی دعا کے لئے مسجد ہی زیادہ موزوں ہے۔ مسجد میں اللہ پاک کے فرشتے آتے ہیں، جہاں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے، وہاں نورانی مخلوق حاضر ہوتی ہے، ان کا آمین کہنا کتنی برکت کی بات ہے۔ مسجد میں نکاح کرنے کی ایک برکت یہ بھی ہوگی کہ بہت سارے اخراجات کم ہو جائیں گے، شادی کے موقعہ پر جو رنگا رنگی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں، اور ان پر بہت سارا پیسہ خرچ کر دیا جاتا ہے مثلاً شامیانوں، قالینوں، صوفوں، کرسیوں کا انبار اور اس پر خرچ پر آرائش وزیبائش کا اور رنگ ونور کا خرچ، اگر ان پر خرچ نہ کیا جائے تو یہ پیسے اعلیٰ مقاصد اور دیگر امور خیر میں کام آئیں گے اور دنیا و آخرت کی سرخروئی کا سبب بنیں گے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب نکاح مسجد میں کیا جائے۔

دوسرا کام اصلاح کا یہ کرنا چاہئے کہ لڑکی کے گھر دعوت طعام سے احتراز کرنا چاہئے، پورے ذخیرہ حدیث کو آپ پڑھ جائیے دعوت ولیمہ کی تو تاکید ہے عبدالرحمن بن عوفؓ کو آپ نے تاکید کی، لیکن دعوت طعام کا احادیث مبارکہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اگر لڑکی کے یہاں دعوت کسی بھی

حیثیت سے مستحب یا واجب اور ضروری ہوتی تو آپ اس کی تاکید فرماتے، درجہ وجوب میں نہ سہی بلکہ درجہ استحباب میں فرما دیتے۔
دعوت طعام اور ولیمے کے سلسلے میں یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ شریعت نے شوہر کو دعوت کی تاکید کی ہے، مگر لڑکی کو، بیوی کو اس کے افراد خاندان کو ادنیٰ سی ترغیب نہیں دی۔لڑکی کی شادی کا معاملہ ویسا نہیں ہے جیسے لڑکے کا، خوشی کا اصل موقع لڑکے والوں کے لئے ہے۔ دعوت کی تاکید اس لئے ان ہی کو کی گئی ہے۔ یہ شادی لڑکے کے لئے خانہ آبادی ہے، گھر میں مزید ایک فرد کا اضافہ ہو رہا ہے۔لڑکی والوں کے لئے اگرچہ اس پہلو سے اطمینان ہوتا ہے کہ ایک فرض سے سبکدوش ہو رہے ہیں مگر جس لڑکی کی جان و دل سے پرورش کی، ناز و نعمت سے پالا، آنکھوں کی ٹھنڈک، دیگر بھائی بہنوں کی منظور نظر اس کو رخصت یا الوداع کہتے ہوئے اکثر پورا کا پورا گھر اشکبار ہوتا ہے اس پر مستزاد مستقبل کے اندیشے، پتہ نہیں مزاج ملے یا نہ ملے، الفت و مودت ہو یا نہ ہو۔ نباہ ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اس لئے کچھ زیادہ خوشی کا یہ موقع نہیں۔ غالباً شریعت نے اسی لئے کسی دعوت طعام (لڑکی کے گھر دعوت) کی ترغیب نہیں دی۔
ایک اہم بات کی ہے۔ اگر مسلمان اس بات کو مان لیں اور اس پر عمل کریں کہ نکاح مسجد میں ہی ہوگا اور لڑکی کے گھر والوں کو طعام کی زحمت نہ دی جائے تو بارات کا سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ یوں بھی بارات کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ ہی نہیں ہے نہ ذخیرۂ احادیث میں کوئی لفظ ہے یہ عجمی اور غیر اسلامی رسم ہے۔
اس سلسلہ میں دو طبقہ کی ذمہ داریاں سب سے زیادہ ہیں، ایک تو علماء اور مشائخ کی، کہ وہ ایسی تقریبات میں شرکت سے گریز کریں، جن میں لین دین کی بنیاد پر نکاح کیا گیا ہو اور غالباً ان کا یہ فعل منشا شریعت کے بھی مطابق ہوگا، دوسرے قوم کا متمول اور صاحب ثروت طبقہ جو اسراف اور فضول خرچی پر قادر ہے، اس کے باوجود وہ شادی بیاہ کی تقریب کو سادگی سے انجام دے تو فضول خرچی کی یہ دوڑ کم ہوگی اور متوسط اور غریب گھرانوں کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا، کچھ سالوں پہلے شہر حیدرآباد کے ایک بڑے مسلم صنعت کار نے سادہ طریقہ پر اپنی لڑکی کی شادی کی رسم انجام دی تھی، اخبارات نے بھی اس پر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا اور مختلف حلقوں پر اس کا اچھا اثر پڑا تھا--- کاش! ہم سماج کی اس مجبوری کو محسوس کریں اور حقائق کی کڑواہٹوں کو نہ صرف گوارا کریں؛ بلکہ ان کو سامنے رکھ کر اپنے حالات میں کچھ انقلابی تبدیلیاں لائیں۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو نیک سمجھ عطا فرمائے اور اسلامی ہدایات کے مطابق تقریب نکاح کو انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

8788657771